خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 29

Track - 1

33:34

''آدم اپنے ورثے سے کس طرح واقف ہوگا؟''

اتنا مختصر ہوجاتا ہے کہ خوردبین سے بھی نظر نہیں آتا۔ ... (آواز غائب ہے)...
بیکٹیریا بن جاتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ سوئی کی ایک نوک پر کئی لاکھ بیکٹیریا
آجاتے ہیں یعنی بیکٹیریا ایک ایسی مخلوق ہے اتنی چھوٹی مخلوق ہے کہ سوئی
کی نوک پر لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوجاتی ہیں۔ تو پانی جب سمٹتا ہے تو
بیکٹیریا بن جاتا ہے اور سمٹتا ہے تو وائرس بن جاتا ہے ۔ ایسا وائرس بن جاتا ہے
کہ کسی خوردبین سے نظر بھی نہیں آتا۔ یعنی اتنا سمٹ کے چھوٹا ہوجاتا ہے ۔
اور جب پانی پھیلتا ہے یعنی پانی کے اندر جو پھیلنے کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے عطا
کی ہے جب پانی اس صلاحیت کو استعمال کرتا ہے تو پہاڑ بن جاتا ہے۔ میلوں
میل پہاڑ آپ دیکھتے ہیں تو یہ پانی کا سمٹنا، پانی کا پھیلنا ، پانی کا دور کرنا۔ اب
مثلاً اب انسان کے اندر پانی کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ وہ خون کو دوڑاتا پھرتا
ہے۔ شریانوں میں، وریدوں میں ، دماغ میں ایسی ایسی باریک رگیں ہوتی ہیں
جو خوردبین سے بھی بڑی مشکل سے دھاگے کی طرح نظر آتی ہیں، بہت بڑی
سے بڑی خوردبین سے۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ان رگوں میں سے بھی
خون دوڑتا ہے، خون چلتا رہتا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ جسم انسانی میں بلکہ
ساری زمین کے اوپر جو بھی تخلیقات ہیں، سب میں تین حصے پانی ہوتا ہے ،
ایک حصہ خون ہوتا ہے۔ اور وہ خون بھی پانی کے بغیر نہیں بنتا۔ تو پانی کے اوپر
یہ غور و فکر جو ہے دراصل یہ علم ہے اور علم کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ (عربی
آیت ...مرج البحرین ...) کہ اللہ نے پانی زمین پر پھیلادیا ، جاری کردیا، اور ایسا
بھی ہے کہ دو پانی کے درمیان ایک ایسا پردہ اللہ تعالیٰ نے ڈال دیا ہے کہ پانی
چل رہا ہے لگتا ہے کہ حد نظر تک ایک جیسے کوئی لکیر ڈالتا ہے ، کاغذ کے اوپر
آپ نے جیسے ایک لکیر ڈال دی ہو۔ اس طرح ایک لکیر پڑی ہوئی ہے ، ایک طرف
پانی کالے رنگ کا ہے ، ایک طرف پانی سفید رنگ کا ہے۔ ایک طرف پانی نیلے رنگ
کا ہے، ایک طرف پانی کالے رنگ کا ہے۔ اور وہ لکیر حد نظر تک ایسی لکیر ہے
کہ جب اس کے اوپر سے جہاز چلتا ہے ، پانی کا جہاز ، بڑے بڑے جہاز چلتے ہیں تو
پانی کے اندر جہاز کا چلنا ، جب اس لکیر کے اوپر سے وہ جہاز چلتا ہے بظاہر یہ
نظر آتا ہے کہ لکیر ٹوٹ گئی لیکن دونوں طرف پانی ابلتا بھی ہے، جوش بھی
کھاتا ہے ، لہروں کی شکل بھی اختیار کرتا ہے لیکن وہ لکیر نہیں ٹوٹتی۔ اور
میں نے بڑا عجیب و غریب یہ نظارہ کیا ہے کہ ایک طرف پانی کالے رنگ کا ہے ،
ایک طرف پانی نیلے رنگ کا ہے، دونوں طرف لہریں اٹھتی ہیں، بیس بیس فٹ

لمبی لہریں ، اونچی، اور میں وہ عرشے پہ کھڑا دیکھتا رہتا تھا تو بیس فٹ
اونچی اٹھنے والی لہر کا ایک قطرہ ادھر نہیں آتا اور بیس فٹ اونچی اٹھنے والی
لہر کا ایک قطرہ ادھر نہیں جاتا۔ لہریں اٹھتی ہیں، واپس پلٹ جاتی ہیں ، ادھر
اٹھتی ہیں ادھر واپس پلٹ جاتی ہیں۔ برزخ اللہ ... بیچ میں ایک پردہ ڈال دیا
ہے۔ پانی کی نوع میں ایک الگ نوع اللہ تعالیٰ نے تخلیق کردی ہے ایک نوع
دوسری نوع میں جذب نہیں ہوسکتی۔ کبوتر کوا نہیں بن سکتا، کوا کبوتر نہیں
بن سکتا۔ بھیڑ بکری نہیں ہوسکتی۔ بکری بھیڑ نہیں بن سکتی۔ اب پتہ یہ چلا
کہ جس طرح اور انواع ہیں زمین کے اوپر مثلاً پرندے ہیں، لاکھوں پرندے ہیں، ہم
اس کو پرندے ہی کہتے ہیں۔ چوپائے ہیں، لاکھوں قسم کے چوپائے ہیں ہم ان
سب کو چوپائے ہی کہتے ہیں۔ ان کی شکل بھی الگ ہے، صورت بھی الگ ہے،
اسی طرح پانی بھی ایک مخلو ق ہے ، پانی کی بھی الگ الگ نوعیں ہیں۔ پھر
سمندر کے اندر آپ غور و فکر کریں یہی پانی کا قطرہ جو درخت بن کر اسّی
اسّی فٹ اونچا اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے، اپنا مظاہرہ کرتا ہے زمین کے اندر
نشیب میں بہنے والا پانی اللہ کے امر سے اللہ کے حکم سے جب درخت کے اندر
سرائیت کرجاتا ہے تو اس کی فطرت اتنی زیادہ تبدیل ہوجاتی ہے کہ نشیب میں
بہنے والا پانی اسّی فٹ تک اونچا چلا جاتا ہے۔ اور اسّی فٹ تک اونچا جانے والا وہ
پانی اوپر آپ کو پیالوں میں جمع ہوکر آپ کو پھل فراہم کرتا ہے۔ آپ نے دیکھا
ہے کہ ناریل جب آپ کاٹتے ہیں تو ایک ناریل میں گلاس ڈیڑھ گلاس پانی بڑی
آسانی سے نکل آتا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہاں کوئی آپ نے پسٹن پمپ
نہیں لگا رکھا، کوئی پریشر کے لئے کوئی موٹر نہیں لگا رکھی ، وہ اسّی فٹ پانی
مسلسل رگوں میں چل رہا ہے اور جاکے وہاں پیالوں میں جمع ہورہا ہے۔ اور
نہ وہ سڑتا ہے نہ وہ گلتا ہے ، نہ وہ خراب ہوتا ہے ۔ تو یہ بھی ایک علم ہے۔
اس سلسلے میں ، میں بڑا پریشان ہوا کہ بھئی یہ پانی اوپر کیسے پہنچ جاتا ہے۔
جب بھی آپ پانی ڈالتے ہیں جڑ میں یہ پانی اوپر کیسے پہنچ جاتا ہے۔ بہت میں
اس فکر میں رہا۔ ایک دن میں نے سوچا کہ مراقبہ کرنا چاہئیے دیکھنا چاہئیے یہ
کیسے اسّی فٹ پانی کیسے کون سا ایسا پریشر ہے جو اسّی فٹ پانی جارہا ہے
اور اوپر پھر جمع ہورہا ہے اور اوپر سے پھر لٹک بھی جاتا ہے۔ یا بدیع العجائب
میں نے بڑا عجیب وغریب منظر دیکھا، یہ دیکھا کہ درخت ہے اور وہ درخت غور
کیجئے اگر ایک فٹ یا دو فٹ کا اس کی گولائی ہے وہ بہت بڑا درخت بن گیا مثلاً
یہ کہ اس میں کوئی آٹھ دس فٹ گول ، جب وہ آٹھ دس فٹ گول درخت بنا تو
اس کے اندر کی تمام رگیں بھی بڑی بڑی ہوگئیں۔ اور وہ رگیں ایک موٹے پائپ
کی طرح نظر آئیں۔ کہ زمین کے اندر سے وہ پائپ جڑوں کے حساب سے پھیلا ہوا
ہے اور وہ پائپ سیدھا جیسے آپ کوئی ایک مصنوعی درخت بنائیں بہت سارے
اس میں پائپ لگا کے گول گول ، گول گول پائپ لگا کے پندرہ بیس سولہ اور اس
کے نیچے پھیلاکے جڑوں کی طرح اس کو زمین میں پھیلادیں اور مٹی ڈال دیں ،
مٹی میں ڈال دیں تو وہ درخت بن جائے گا۔ تو جڑوں میں سے پانی کا ایک قطرہ

کسی ایک جڑ میں سے یا ایک پائپ میں سے یا ایک رگ میں سے زمین کا جو حصہ
ہے جس میں وہ پائپ جڑا ہوا ہے وہاں سے ایک قطرہ اس جڑ کے اندر گھسا۔
آپ دیکھئے ایسے آپ کوئی پائپ کا بنائیں درخت اور پانی چھوڑیں تو اس کے اندر
گھسے گا۔ تو جیسے ہی ایک قطرہ اس رگ کے اندر یا اس پائپ کے اندر یا اس جڑ
کے اندر گھسا جہاں تک نشیب رہا مثلاً آپ نے دیکھا ہے نہ جڑیں سیدھی نہیں
ہوتیں جڑیں یوں ہوتی ہیں تو جہاں تک نشیب رہا وہاں تک تو پانی گیا۔ اور
اس کے بعد پانی رک گیا۔ پانی رک گیا ایک جگہ جاکے۔ مثلاً ایک پائپ یوں جارہا
ہے یہاں جاکے پانی رک گیا۔ تو پانی نیچے سے جارہا ہے تو جب پانی رکا تو اوپر
سے اس کے اوپر ایک پریشر پڑاہوا کا۔ اور اس ہوا نے پانی کو زمین کی طرف
دھکیلا۔ پانی کو جب ہوا نے زمین کی طرف دھکیلا نیچے کے پریشر سے نہیں اوپر
کے پریشر سے تو ادھر سے زمین نے پانی کو دھکیلا نتیجہ یہ ہو اکہ وہ پانی کے
پریشر سے اس پانی کے درمیان میں ایک خلاء واقع ہوگیا، پریشر سے۔ ایسے
جیسے آپ کسی چیز کو پانی ہو اور اس میں کوئی پتھر ڈالیں تو پانی اچھلتا ہے۔
تو اس طرح ایک پانی اچھلااور اچھلنے کے بعد بس وہ سلسلہ قائم ہوگیا۔ اور وہ
پانی قطروں کی شکل میں تبدیل ہوگیا۔ اب صورت یہ ہے کہ نیچے سے پانی
جارہا ہے اوپر سے ایک قطرہ گر رہا ہے وہ پانی پھر اوپر ہوجاتا ہے پھر نیچے
جارہا ہے پھر اوپر سے ایک قطرہ اور اس طرح قطرہ قطرہ، قطرہ قطرہ ،
قطرہ جاکے وہ اسّی فٹ تک پانی پہنچ جاتا ہے۔ ایک نظام ہے کہ پانی اسّی فٹ
پہنچانے کے لئے قدرت نے یہ صلاحیت عطا کردی کہ اس نے آکسیجن کہہ لیجئے ،
ہوا کہہ لیجئے یا اپنی اپنی طاقت کہہ لیجئے پانی کی طاقت بھی تو ہوتی ہے
پانی اگر آجائے تو بڑی بڑی بلڈنگیں ایسی تنکوں کی طرح نکل جاتی ہیں۔ اب وہ
درخت کا ایک پورا ایک پائپ ہے نیچے سے پانی جارہا ہے اوپر سے ایک قطرہ گر
رہا ہے پھر یہ اوپر ہوجاتا ہے پھر ایک قطرہ گر رہا ہے پھر یہ اوپر ہوجاتا ہے
اور برابر ایک ، ایک چین بنی ہوئی ہے۔ جتنی درخت میں رگیں ہیں سب میں یہ
عمل جاری و ساری ہے۔ وہ کشش اور گریز کا قانون حضور قلندر بابا نے کتاب
لوح و قلم میں لکھا ہے کہ ساری کائنات کشش اور گریز کے اوپر چل رہی ہے
اور قائم ہے۔ کشش یہ ہے کہ پانی زمین کے اندر سے اوپر کو جارہا ہے۔ اور
دوسری صورت یہ ہے کہ اوپر سے پریشر کی وجہ سے یا یوں کہہ لیجئے اس کو
کہ زمین اپنی طرف ایک طرف پانی جارہا ہے دوسری طرف زمین اس کو اپنی
طرف کھینچ رہی ہے اور یہ جانے میں اور کھینچنے میں ایک ایسا پریشر بن گیا کہ
پانی قطرہ قطرہ ہوکر اوپر جارہا ہے۔ اب یہ کیا نظام ہے۔ یہی صورت حال
آپ انسان کی بھی ہے۔ ماں کے پیٹ میں ایک قطرہ جس کو نطفہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے داخل ہوگیا بالکل یہی عمل جو درخت کی تخلیق میں ہورہا ہے ماں
کے ساتھ ہورہا ہے۔ اس ایک قطرہ کے اندر جو ماں کا جو خون ہے وہ برابر ٹپ
ٹپ ٹپ کرکے گررہا ہے اور ادھر سے جناب یہ پریشر ہورہا ہے ۔ اور نتیجہ یہ
ہے کہ وہ ایک قطرہ جو ہے پھیل رہا ہے۔ پھر وہ مٹر کے دانے کے برابر ہوگیا پھر

اس میں رگیں نکل آئیں پھر ا س میں ریڑھ کی ہڈی بن گئی پھر اس کے اند رپسلیاں بن گئیں، ہاتھ بن گئے اور ہم سب بیٹھے ہوئے ہیں سب ۔ تو ایک پانی کے بارے میں اگر آپ غور و فکر کریں تو پانی ایک اتنا بڑا علم ہے ، اتنا بڑا علم ہے کہ نوع انسانی ہمارے جیسے انسان اگر کروڑوں دفعہ بھی ختم ہوکر پیدا ہو تو پانی کے اوپر اس کو احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ هوا لذی انزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرت ... وہ اللہ جو آسمان سے پانی نازل کرتا ہے اور آسمان سے جب پانی نازل ہوتا ہے اس پانی سے آپ کے لئے رزق فراہم کرتا ہے۔ وسائل بناتا ہے۔ پانی سے ککری بن جاتی ہے، پانی سے گوبھی بنتی ہے، پانی سے شلجم بن جاتا ہے ، پانی سے کبوتر بن جاتا ہے، پانی سے روٹی بن جاتی ہے، پانی سے گیہوں بن جاتا ہے، ایک پانی کی علمداری سے ہورہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جب آدم کو علوم سکھائے اور آدم سے کہا تم یہ علم بیان کروفرشتوں کے سامنے، یہ میں نے ایک ذکر پانی کا کیا ہے۔ تو اگر پانی کے اوپر ہی آپ غور و فکر کرتے چلے جائیں تو اس کے لئے دنوں اور گھنٹوں چاہئیں اور آپ کی طبیعت سیر نہیں ہوگی۔ یہ تو ایک علم ہے اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے آدم کو تخلیقی علوم سکھادئیے ہیں۔ تخلیقی علوم میں زمین کی ساخت کیا ہے ۔ اب زمین کی ساخت کو دیکھیں آپ زمین طبقات پر تقسیم ہے۔ پپڑیاں جمی ہوئی ہیں اور ان پپڑیوں کا نام زمین ہے۔ کہیں کچھ رنگ ہوتا ہے، کہیں کچھ رنگ ہوتا ہے، کہیں کوئی خاصیت ہوتی ہے، کہیں کوئی خاصیت ہوتی ہے۔ ان پپڑیوں کے اندر کہیں تیل ذخیرہ ہے، کہیں پیٹرول ذخیرہ ہے، کہیں گیس ذخیرہ ہے، کہیں پینے کا صاف شفاف پانی ذخیرہ ہے۔ اور کہیں چار چار سو، پانچ پانچ سو فٹ پانی کا نام و نشان ہی نہیں ہے۔ زمین ایک ہے ، پہاڑ بھی نہیں ہے، زمین ہے لیکن سات سات سو ، آٹھ آٹھ سو فٹ آپ کھودتے چلے جائیں وہاں کچھ بھی نہیں ملتا۔ اور کہیں ایسا ہے کہ آپ دس فٹ بیس فٹ پانی کھودیں وہاں مل جاتا ہے نہایت شیریں شفاف پینے کے لئے پانی اللہ تعالیٰ فراہم کردیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جو آدم کو علوم سکھائے اور وہ علوم آدم نے فرشتوں کے سامنے بیان کئے تو فرشتے نے یہ سمجھ لیا کہ انسان کے اندر انسان کے خمیر میں ، انسان کی مٹی میں ، انسان کی تخلیق میں اگر شر ہے ، فسا د ہے تو لامتناہی علوم کا ذخیرہ بھی ہے۔ بے شک فرشتوں نے اس بات کو محسوس کیا کہ بے شک ہمارے اندر شر نہیں ہے ۔ بے شک ہمارے اندر فساد نہیں ہے۔ فرشتے ایک دوسرے کو قتل نہیں کرتے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ فرشتے بغاوت پر آمادہ نہیں ہوتے۔ لیکن پھر بھی فرشتے انسانوں سے اس لئے کم ہیں کہ انسانوں کے پاس فرشتوں سے بہت زیادہ علم حاصل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بذات خود علم ہی علم ہے۔ اللہ کی ذات ہی علم ہے۔ فرشتوں نے یہ صورتحال دیکھ کر آدم کے پاس اللہ تعالیٰ کے علوم کا ذخیرہ دیکھ کر آدم کی حاکمیت کو قبول کرلیا۔ لیکن ایک دوسری مخلوق جنات اس کے پاس بھی بہت علم تھا اس علم کی وجہ سے اس کے اندر کبر پیدا ہوگیا۔ اب اس کا مطلب ہے کہ علم جہاں انسان کے اندر

انکساری اور عاجزی پیدا کرتا ہے وہاں علم کا غلط استعمال انسان کے اندر کبر
پیدا کرتا ہے۔ کبر پیدا ہوا اور اس کبر کی بنیاد پر اس نے آدم کی حاکمیت کو
قبول کرنے سے انکار کردیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغاوت کردیا۔ اب انسان کی
دو حیثیتیں قائم ہوگئیں ایک انسان کی حیثیت یہ ہوئی کہ فرشتے جو امن آشتی ،
محبت پیار کے علاوہ کچھ نہیں ہیں۔ وہ اس مخلوق نے آدم کی حاکمیت کو قبول
کرلیا۔ دوسری حیثیت آدم کی یہ قائم ہوئی کہ شر مقابل آکر کھڑا ہوگیا۔ شر نے
آدم کی حاکمیت کو قبول نہیں کیا۔ اب انسان دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔
انسان کی زندگی کا ایک حصہ یہ بنا کہ شر اس کے مقابلے میں ، شر نے اسے
چیلنج کردیا۔ اور شر نے یہ بتادیا ہے کہ میں نے تجھے کبھی تسلیم نہیں کرنا۔ تو
اب انسان چونکہ شر نے انسان کوتسلیم نہیں کیا ہے اب انسان کی یہ ذمہ داری
ہوگئی ہے کہ وہ شر کا مقابلہ کرکے شر کو سرنگوں کرے۔ اگر انسان شر کو
سرنگوں نہیں کرے گا تو وہ علوم جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کردئے ہیں ان کا
منشاء پورا نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس زمین پر اپنا نائب، اپنا قائم
مقام اپنے نظام تکوین میں حصہ دار بنایا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ شر کو ناپسند
فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ وہ بغاوت کو پسند نہیں فرماتے تو
انسان کے پاس جو علوم ہیں ان علوم کی وجہ سے انسان کی یہ ذمہ داری ہے
کہ اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیز کو نہ صرف یہ کہ قبول نہ کرے بلکہ اس کا
مقابلہ کرے اسے ختم کرنے کے لئے جدوجہد اور کوشش کرے۔ اب صورتحال یہ ہے
کہ جب ہم نوع انسانی کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو ہمارے سامنے ایک ہی بات
نظر آتی ہے کہ انسان شر کے سامنے سرنگوں ہوگیا ہے۔ انسان نے شر کو اپنے
اوپر مسلط کرلیا ہے۔ انسان اتنا گھٹ گیا ہے، اتنا کمزورہوگیا ہے ، اتنا بدحال
ہوگیا ہے کہ لگتا ہے کہ جو فرشتوں نے بات کہی تھی کہ یہ فساد برپا کردیگا
زمین کے اوپر وہ فرشتوں کی بات اب پوری ہورہی ہے۔ اگر انسان اس فساد
اور شر سے اپنے آپ کو آزاد نہیں کرتا تو وہ حاکمیت جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا
کی ہے اس کا وہ مجاز نہیں ہے۔ وہ حاکمیت اس سے چھن جائے گی۔ اور چھن
گئی ہے۔ اس وقت زمین کی صورتحال یہ ہے ترقی کا نام یہ ہے کہ آپ زیادہ
سے زیادہ زمین کے اوپر شر کس طرح پھیلائیں اس کا نام ترقی ہے۔ ترقی کا
مطلب یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ آپ انسان کو کم سے کم وقت میں بڑی سے
بڑی تعداد میں موت کے گھاٹ اتار دیں، یہ ترقی ہے۔ ترقی یہ ہے کہ انسان جتنا
زیادہ بے سکون ہوسکتا ہے ، اسے نیند نہ آئے، اس کا کھانا ہضم نہ ہو، طرح
طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو، آج کے دور میں جو ترقی ہے وہ یہ ہے کہ انسان
اللہ تعالیٰ سے کتنا دور ہوسکتا ہے۔ اب یہ دنیاوی آسائش و آرام ریڈیو، ٹی وی یہ
وہ فلاں اگرآپ اس کے اوپر غور و فکر کریں کوئی بھی چیز ان میں ایسی نہیں
ہے جو انسان کو اللہ سے قریب کرتی ہو۔ کچھ بھی دیکھ لیں، ریڈیو، بجلی ، جب
پہلے بجلی نہیں تھی ، مقصد میرا یہ نہیں ہے کہ ترقی نہیں ہونی چاہئے۔ ایک
مثال کی بات ہے کہ جب پہلے بجلی نہیں تھی رات کو کام ہی نہیں ہوتا تھا۔

لوگ صبح صبح سویرے سویرے کام پہ نکل جاتے تھے دو تین بجے تک فارغ ہوجاتے تھے ، اچھا کھاتے تھے، موٹا جھوٹا پہنتے تھے ، سکون تھا، اس زمانے میں کوئی بیماریاں بھی نہیں تھیں، ستّر اسّی سال کے آدمی ایسے بھاگے بھاگے پھرتے تھے جیسے آج کل کے جوان بھی نہیں پھرتے۔ چشمے نہیں لگے تھے لوگوں کے۔ آج دس سال، آٹھ سال کے بچوں کے چشمے لگے ہوئے ہوتے ہیں، بلاشبہ ذہن بہت تیز ہوگئے لیکن سکون نہیں ہے، نیند نہیں ہے، صحت نہیں ہے، جو آپس میں پیار و محبت تھی وہ ختم ہوگئی (...آواز غائب ہے ...) اور جو بھائی کہتے تھے بھائی جان نوکری کرلو ، کوئی کاروبار کرلو تو بڑے بھائی کہا کرتے تھے میاں ہم کیا مرگئے ہیں۔ ابھی ہم جو بیٹھے ہیں، تو بڑی سفارشیں ہوا کرتی تھیں، دادی سے نانی سے بھائی جان کو راضی کرلو تاکہ چھوٹا بھائی جاکے کہیں کاروبار کرلے۔ اور اب آج کی صورت دیکھ لیں بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو کھارہا ہے، چھوٹا بھائی بڑے بھائی کو کھارہا ہے۔ دو بھائی آپس میں رہ ہی نہیں سکتے۔ آج تو صورتحال یہ ہے کہ اولاد ماں باپ کے خلاف مقدمے قائم کررہی ہے۔ ماں باپ اولاد کے خلاف مقدمے قائم کررہے ہیں، ایک گھر کے پیچھے، ایک چھوٹی سی جائداد کے پیچھے۔ جس کے بارے میں یہ علم ہے کہ نہ ماں باپ لے جائیں گے اور نہ اولاد قبر میں لے جائے گی۔ انسان اللہ سے تو دور ہوا ہی تھا اپنوں سے بھی دور ہوگیا ہے۔ تو اگر یہ ترقی ہے کہ انسان بے سکون ہوجائے، اس کی نیند چلی جائے، اس کی عمر کم ہوجائے ، آپس کا جو تعلق اور پیار بہن بھائیوں کا ہے وہ ختم ہوجائے ، ماں باپ کا ادب و احترام اٹھ جائے پھر تو بھائی ٹھیک ہے پھر تو بھائی یہ تو بڑی ترقی ہوگئی ہے۔ اور اس ترقی کے پیچھے بھی اگر آپ غور کریں کہا تو یہ جاتا ہے یہ نوع انسانی کے لئے ایک آرام و آسائش کے سامان مہیا کئے گئے ہیں، لیکن جو لوگ آرام و آسائش کے سامان مہیا کررہے ہیں ان کے پیچھے دنیاوی منفعت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ وہ اصل میں سونا چاندی جمع کرنا چاہتے ہیں، ایک گروہ ہے جو سونا چاندی جمع کرکے انسان کو آرام کے نام پر ایسی چیزیں فراہم کررہا ہے کہ بظاہر تو بڑا آرام ملتا ہے لیکن اندرونی طور پر ہر آدمی کھوکھلا ہوتا چلا جارہا ہے۔ اور یہی وہ شر ہے جس کے بارے میں فرشتوں نے نشاندہی کی تھی کہ یہ زمین پر فساد برپا کردے گا۔ زمین کی مانگ اجاڑ دے گا زمین کو خراب کردے گا، برباد کردے گا۔اب تو غذاؤں میں بھی وہ

Fertilizer

آگیا ہے وہ کہتے ہیں جی ایک گیہوں سے اگر سترہ سو دانے نکلتے ہیں تو ایک گیہوں سے تین ہزار دانے ہونے چاہئیں۔ نتیجے یہ ہوا کہ انہوں نے ایسا کھاد بنا لیا ہے کہ حجم تو بڑھ گیا ہے چیزوں کا اندر سے غذائیت ختم ہوگئی ہے۔ یہ وہ فساد ہے جو فرشتوں نے کہا تھا، اور یہ فساد کیا ہے کہ انسان کا ذہن سونے چاندی کی اور دولت میں اس طرح جذب ہوجائے کہ اس کو اپنی ذات کا بھی ہوش نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جو علمی

دولت عطا کی ہے اس علم کو پہلے تو سمجھنے کی کوشش کریں جب سمجھیں گے ہی نہیں تو سیکھیں گے کیا۔ اور سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس علم کو حاصل کرنے کی جدوجہد اور کوشش کریں اللہ تعالیٰ حضور قلندر بابا اولیائؒ پر لاکھوں کروڑوں انعامات نازل فرمائیں ، انہوں نے نوع انسانی کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ یہ سب ترقی کا جو جال پھیلا ہوا ہے یہ نظر تو آتا ہے اس میں آسائش و آرام بہت ہے لیکن اس میں ایک بہت بڑی خرابی یہ ہے کہ آسائش و آرام کے اس جال میں آدمی اس طرح پھنس جاتا ہے کہ اگر وہ نکلنا چاہے نکل نہیں سکتا۔ پر پھڑپھڑا کے وہیں اس کا دم نکل جاتا ہے اور وہ مر جاتا ہے۔ زمین پر موجود جتنی بھی اشیاء ہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے پیدا کی ہیں ، اللہ تعالیٰ خود چاہتے ہیں کہ آپ ان چیزوں سے آرام حاصل کریں لیکن ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ یہ بھی چاہتے ہیں کہ آدم کے پاس جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بہت بڑی نعمت ہے جو کسی اور مخلوق کو حاصل نہیں ہے بندہ اس طرف بھی متوجہ ہوں۔ اور سلسلہ عالیہ عظیمیہ نے نوع انسانی کو یہ پلیٹ فارم دیا ہے کہ اگر وہ سلسلہ کی تعلیمات پر عمل کریں ، لٹریچر پڑھیں تو یہ مسئلہ انشاء اللہ اللہ کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ بڑی آسانی سے حل ہوجاتا ہے۔ ہر مہینے ہم روحانی ڈائجسٹ نکالتے ہیں اور لٹریچر کے علاوہ اس میں بھی ہماری یہی کوشش ہوتی ہے بلاتخصیص مذہب و ملت ہم یہ چاہتے ہیں کہ انسان کا وہ ورثہ جس ورثے نے اس کو ساری کائنات میں ممتاز کیا ہے اس سے یہ واقف ہوجائے اور واقف ہونے کے بعد اس کو سیکھنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

★★★★★